قرآن اور ختم نبوت

سید حسنین عباس گردیزی*

hasnain.gardezi@gmail.com

ہماری نگاہ میں ختم نبوت کا مسئلہ جو کہ ضروریات دین میں سے ہے، تین اہم عناصر پر مشتمل ہے۔ یعنی: ۱) اسلام ایک آفاقی، دائمی اور زندہ جاوید دین ہے۔ ۲) اسلام کی تعلیمات اور کتاب یعنی قرآن، ہر قسم کی تحریف سے محفوظ ہے۔ ۳) دین اسلام انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ ختم نبوت کے پہلے عنصر کی توضیح یہ ہے کہ اسلام کے عالمی، آفاقی اور دائمی دین ہونے پر دلیل یہ ہے کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سے سربراہان مملکت کو خطوط لکھے جو اسلام کی دعوت کے عالمی و آفاقی ہونے کی دلیل ہیں۔ نیز قرآن مجید کی بہت سی آیات میں تمام لوگوں کو "یا ایھا الناس" اور "یا بنی آدم" کے عنوان سے خطاب کیا گیا ہے اور قرآنی ہدایت کو (الناس اور العالمین) کے لیے قرار دیا ہے۔ قرآن کریم نے اپنی دعوت کے کسی خاص زمانے کے ساتھ مختص ہونے کی بھی نفی کی ہے۔

ختم نبوت کے دوسرے عنصر کا بیان یہ ہے کہ قرآن کریم میں خود خدا کا یہ وعدہ ہے کہ: "اس ذکر کو یقینا ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔" یہ آیت تجدید نبوت و رسالت کے ایک اہم عامل (تحریف) کی نفی کر رہی ہے۔ خاتمیت کا یہ عنصر در حقیقت، انسان کے اجتماعی شعور کے اُس ارتقاء کا نام ہے جس کے سبب انسان نہ تنہا دینی تعلیمات کی حفاظت کر سکتا ہے بلکہ اس کی تعلیم و تبلیغ کے قابل بھی ہوا ہے۔ ختم نبوت کے تیسرے عنصر کی تشریح یہ ہے کہ دین انسان کا ایک فطری تقاضا ہے اور اسلام اس انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اب چونکہ انسانی فطرت ایک ہے، انسانی ارتقائی کا راستہ، ایک، معین اور مستقیم ہے اور انسان کا آغاز و انجام معین اور ایک ہے لہٰذا ایک سے زائد ادیان کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا دین اسلام کے بارے میں ارشاد باری تعالی ہے: "اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے؛ اسی پر چلو اور مختلف راستوں پر نہ چلو۔۔۔" (الآیہ)

ختم نبوت کا مسئلہ ضروریات اسلام میں سے ہے۔ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کے بعد نبوت کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا ہے اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کیونکہ قرآن مجید نے صراحت کے ساتھ نبوت کے خاتمہ کا اعلان کیا ہے اور پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا کئی بار تکرار فرمایا ہے۔ مسلمانوں کے درمیان کسی اور نبی کے آنے کا عقیدہ خدا کی واحدنیت یا قیامت سے انکار کی طرح اسلام پر ایمان کے منافی سمجھا جاتا ہے۔ اس امر پر تمام اسلامی مکاتب فکر کا اتفاق ہے کہ ختم نبوت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ ختم نبوت پر اسلامی عقیدہ اس قدر پختہ ہے کہ دیگر ادیان اور مذاہب اسلام کو اس عنوان سے پہچانتے ہیں یعنی وہ جانتے ہیں کہ اسلام کے نظریے کے مطابق اب کوئی پیغمبر نہیں آئے گا۔

اسلام دین خاتم ہے یہ مسئلہ اس قدر بدیہی ہے کہ اس پر استدلال کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے باوجود ہم اسلام کے اولین مآخذ قرآن مجید کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ وہ اس بارے میں کیا نقطہ نظر پیش کرتا ہے۔ ہماری نگاہ میں قرآنی اعتبار سے ختم نبوت کا مسئلہ تین عناصر پر مشتمل ہے۔ یعنی اس کی اساس ان تین ارکان پر استوار ہے۔

۱۔ اسلام ایک آفاقی اور زندہ جاوید دین ہے۔

۲۔ اسلام کی تعلیمات اور کتاب یعنی قرآن تحریف اور تغیر و تبدل سے محفوظ ہے۔

۳۔ دین اور فطرت ایک ہے، انسان تکامل کی طرف بڑھ رہا ہے اور اس کی ابتداء و انتہا معلوم اور راستہ مشخص ہے۔

ہماری گفتگو کا محور یہ تین عناصر ہوں گے، اب ہم قرآن سے اس بارے میں ہدایت اور راہنمائی حاصل کرتے ہیں:

اسلام ایک عالمی اور آفاقی دین ہے اس کا پیغام کسی خاص قوم اور علاقے تک محدود نہیں ہے۔ اس کی آفاقیت مسلم ہے اور یہ اس دین الٰہی کا امتیاز خاص ہے۔ اسلام پر ایمان نہ رکھنے والے افراد بھی جانتے ہیں کہ اس کی دعوت عمومی ہے کسی ایک گروہ یا ملک کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ اس بات کے بہت سے

---

*۔ مدیر اعلیٰ نور معرفت، چیئرمین نور الہدیٰ ٹرسٹ بہارہ کہو، اسلام آباد

تاریخی شواہد موجود ہیں کہ پیغمبر اکرم ﷺ نے بہت سے سربراہان مملکت کو خطوط لکھے۔ ان میں قیصر روم، ایران کے بادشاہ کسریٰ، مصر، حبشہ، شام کے حکمرانوں اور دیگر عرب قبائل کے سرداروں کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان سب کو آنحضرت نے دعوت دی اور انہیں عدم قبولیت کی صورت میں خطرناک انجام سے خبردار کیا۔ (1)

اگر دین اسلام عالمی دعوت کا حامل نہ ہوتا تو یہ عمومی دعوت نہ دی جاتی اور دوسری اقوام اور ملتوں کے لیے بھی قبول نہ کرنے کا معقول بہانہ ہوتا۔ اس مطلب کے بارے میں قرآن مجید نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ اس کی دعوت آفاقی اور عمومی ہے۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات میں تمام لوگوں کو "یا ایھا الناس" (2) اور "یا بنی آدم" (3) کے عنوان سے خطاب کیا گیا ہے اور اپنی ہدایت کو (الناس اور العالمین) کے لیے قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر ارشاد ہوا ہے:

هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ (4)

یعنی: "یہ بیان ہے لوگوں کے لیے اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت و نصیحت ہے۔"

اور

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ۔ (5)

یعنی: "وہ ایسے لوگ ہیں جنہیں خدا نے ہدایت کی ہے۔ پس تم ان کی ہدایت کی اقتداء کرو اور یہ کہو کہ میں اس (رسالت و تبلیغ) کے بدلے میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔ یہ رسالت تو عالمین کے لیے ایک یاددہانی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔"

اسی طرح بہت سی آیات میں رسول اکرم ﷺ کی رسالت کو تمام لوگوں (الناس اور العالمین) کے لیے ثابت کیا گیا ہے۔ قرآن فرماتا ہے:

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا۔ (6)

یعنی: "اور ہم نے تجھے لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔"

مزید فرمایا:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَآ اَنَا لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ (7)

یعنی: "اے رسول کہہ دیجیے، اے لوگو! میں تمہارے لیے ایک واضح ڈرانیوالا ہوں۔"

اسی طرح سورہ انبیاء میں فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ (8)

یعنی: "اور (اے رسول) ہم نے تجھے عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔"

دوسری طرف دیگر ادیان کے پیروکاروں کو اہل کتاب کے عنوان سے خطاب کیا گیا ہے اور ان کی سرزنش کی گئی ہے۔ اور نبی کریم کی رسالت کو ان کے لیے بھی پایہ ثبوت تک پہنچایا گیا ہے۔

قرآن فرماتا ہے:

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ۔ (9)

یعنی: "اے اہل کتاب! تمہارے پاس ہمارا رسول آیا جو آسمانی کتاب کے ان بہت سے حقائق کو واضح کرتا ہے جنہیں تم چھپاتے تھے اور بہت سی چیزوں سے (جن کی عملاً ضرورت نہیں) صرف نظر کرتا ہے۔ اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور اور واضح کتاب آئی ہے۔"

بنیادی طور پر آنحضرت پر نزول قرآن کا ہدف دوسرے ادیان پر غلبہ اور کامیابی بتایا گیا ہے۔

ارشاد رب العزت ہے:

هوالَّذِیۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهُ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الحَقِّ لِیُظْهِرَهُ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهِ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ۔ (10)

یعنی: " وہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اُسے تمام ادیان پر غلبہ دے اگر چہ مشرک ناپسند کرتے ہیں۔"

ان آیات کی روشنی میں اسلام کے عالمی آفاقی اور دائمی ہونے میں شک وتردید کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ مذکورہ آیات میں جہاں الفاظ عامّ (مثلاً بنی آدم، الناس اور العالمین) استعمال کرکے اور غیر عرب اقوام اور دیگر ادیان و مذاہب (مثلاً یا اھل الکتاب) کے پیروکاروں کو مخاطب قرار دے کر اسلام کی عمومیت اور عالمیت کو ثابت کیا گیا ہے۔ اسی طرح زمان کے لحاظ سے کسی قید اور محدودیت کے بغیر اسلام کے کسی خاص زمانے سے مختص ہونے کی بھی نفی کی گئی ہے، بلکہ زمانے کے لحاظ سے بھی اسلام کی عمومیت اور دوام کو ثابت کیا گیا ہے۔ خصوصاً "لیظهره علی الدین کله" کا جملہ ہر قسم کے شک کو دُور کردیتا ہے۔

پس قرآن کی رو سے دین اسلام میں کسی قسم کے نسخ کا امکان نہیں ہے اس سلسلے میں بہت سی روایات بھی تائید کرتی ہیں۔ ہم فقط ایک روایت نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

"حلال محمد حلال الی یوم القیامة، وحرامه حرام الی یوم القیامة" (11)

گزشتہ ادوار میں تجدید رسالت اور نئے انبیاء کی آمد کا ایک اہم سبب سابقہ انبیاء کی تعلیمات اور ان کی آسمانی کتب میں تبدیلیاں اور تحریفات تھیں۔ اسی لیے وہ تعلیمات اور کتب لوگوں کی ہدایت کرنے کے قابل نہ رہتیں۔ انبیاء کی اکثریت تحریف شدہ تعلیمات اور فراموش شدہ سنتوں کو احیا کرنے کے لیے آئی۔ انبیاء میں اکثر صاحب کتاب اور شریعت نہ تھے بلکہ پہلے نبی کی شریعت کے تابع تھے۔ جیسے حضرت ابراہیمؑ کے بعد حضرت موسیٰ کے زمانے تک انبیاء آئے وہ حضرت ابراہیمؑ کی شریعت کے تابع تھے اور انہی کی تعلیمات کی ترویج و تبلیغ کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت موسیٰؑ کے بعد حضرت عیسیٰؑ تک بنی اسرائیل کے انبیا سب تورات کی پیروی کرتے تھے۔

علاوہ ازیں خود صاحب کتاب و شریعت نبی نے بھی اکثر سابق نبی کے احکام اور قوانین کی تائید کی ہے۔ انبیاء کا پے در پے آنے کا ایک سبب زمانے کے تقاضوں اور حالات میں تغیر و تبدل بھی تھا کیونکہ حالات کے بدلنے کے ساتھ نئے قوانین اور نئی راہنمائی کی ضرورت پیش آتی تھی لیکن انبیاء کے ارسال کا فقط یہی سبب نہ تھا بلکہ اس کا ایک سبب یہی تحریف اور تبدیلی تھی۔ اس حوالے شہید مرتضیٰ مطہری لکھتے ہیں:

"چند ہزار سال پہلے انسان اپنے علمی اور دینی ورثوں کی حفاظت کرنے سے ناتواں تھا اور اس سے اس بات کی توقع بھی نہیں کی جا سکتی تھی۔ جب انسان اپنے ارتقائی سفر میں تکامل کے اس مقام پر پہنچتا ہے کہ اپنے دینی اور علمی مورایث کی حفاظت کرسکے اور انہیں صحیح و سالم محفوظ رکھ سکے۔ تو تجدید پیام رسالت اور نئے پیغمبر کے ظہور کا اہم عامل منتفی ہو جاتا ہے۔ اور ایک دین کے ہمیشہ رہنے کی لازمی شرط (نہ شرط کافی) پوری ہو جاتی ہے۔"

اس بارے میں جب ہم قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ نہایت واضح انداز میں اس طرف راہنمائی فرما رہا ہے۔ سورہ حجر آیت 9 بیان کرتی ہے:

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَهُ لَحافِظُونَ۔ (12)

یعنی: " اس ذکر کو یقیناً ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔"

یہ آیت تجدید نبوت و رسالت کے اہم عامل کے نزول قرآن کے بعد منتفی ہونے کی طرف اشارہ کر رہی ہے یعنی قرآن میں اب کسی قسم کی تبدیلی اور تحریف کا امکان نہیں ہے۔ اور نہ ہی اس کے احکام اور تعلیمات منسوخ ہوں گی۔ یہ مطلب قرآن کی ایک اور آیت سے بھی مستفاد ہوتا ہے۔

وَاِنَّهُ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌo لَّا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَیْنِ یَدَیْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَکِیْمٍ حَمِیْدٍ۔ (13)

یعنی: " حالانکہ یہ معزز کتاب ہے۔ باطل نہ اس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ پیچھے سے، یہ حکمت والے اور لائق ستائش کی نازل کردہ ہے۔"
اگر نیا پیغمبر مبعوث ہو اور وہ نئی کتاب لے آئے وہ کتاب قرآن کی ناسخ ہو گی۔ یہ آیت اس امکان کو رد کر رہی ہے۔ اور قرآن میں کسی قسم کی کمی وبیشی، تبدیلی اور تحریف کو یکسر مسترد کر رہی ہے۔ یہ بات کسی استدلال کی محتاج نہیں ہے کہ تمام آسمانی کتب میں صرف ایک کتاب ایسی ہے جو بالکل صحیح و سالم بغیر کسی تغیر و تبدل کے موجود ہے اور وہ قرآن حکیم ہے۔ اعجاز قرآن پر دلالت کرنے والی تمام آیات اس میں عدم تحریف پر بھی دلالت کرتی ہیں۔ جب کہ ہم تورات اور انجیل میں دیکھتے ہیں کہ ان میں کیا کیا تحریفات کر دی گئیں۔
اس کے علاوہ سنت رسول میں سے بہت سی ایسی مقدار اسلام کے دامن میں موجود ہے، جو قطعی اور غیر قابل تردید ہے اور زمانے کے اثرات سے مکمل طور پر محفوظ ہے۔ البتہ کتاب الٰہی اور سنت نبی کے محفوظ رہنے کی وجہ اس دور کے بشر کی قابلیت ہے جو اس زمانے کے انسان کے معاشرتی بلوغ کی نشاندہی کرتی ہے۔ پس حقیقت میں خاتمیت کا ایک عنصر انسان کے اجتماعی شعور کا اس حد تک ارتقاء ہے جس کی وجہ سے وہ دین اور اس کی تعلیمات کی حفاظت کر سکا ہے اور پھر خود اس کی تعلیم تبلیغ اور تشریح کرنے کے قابل ہوا ہے۔ قرآن میں اول سے لے کر آخر تک ایک دین کا تعارف کرایا گیا ہے۔ قرآن یہ بتاتا ہے کہ سب انبیاء نے ایک دین کی طرف انسانوں کو دعوت دی ہے۔ سورہ شوریٰ میں آیا ہے:

شَرَعَ لَكُمْ مِنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوحاً وَالَّذِى اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ وَمَا وَصَّينا بِهٖ ابراهيمَ وموسىٰ وعيسىٰ۔ (14)

یعنی: "اس نے تمہارے لیے دین کا وہی دستور معین کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کی ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجی ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا۔"
قرآن نے تمام مقامات پر اس دین کو اسلام کہا ہے جس کی طرف آدم سے لے کر خاتم تک تمام انبیاد عوت دیتے آئے ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دین کی ایک حقیقت اور ماہیت جس کی بہترین تعبیر اسلام ہے: سورہ آل عمران میں ارشاد ہے:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا۔ (15)

یعنی: " ابراہیم نہ یہودی تھے نہ عیسائی بلکہ وہ یکسوئی کے ساتھ مسلم تھے۔"
اسی طرح سورہ بقرہ میں قرآن حضرت یعقوب اور ان کے بیٹوں کے بارے میں فرماتا ہے:

وَوَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ يٰبَنِىَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (16)

یعنی: " اور ابراہیم نے اپنی اولاد کو اسی ملت پر چلنے کی وصیت کی اور یعقوب نے بھی (اپنی اولاد کو یہی وصیت کی) کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے تمہارے لیے یہی دین پسند کیا ہے، لہٰذا تم تا دم مرگ مسلم ہی رہو۔"
اس بارے میں قرآن مجید کی اور بھی آیات ہیں ان سب کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ البتہ ان آیات کا یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ گزشتہ انبیاء کی شرائع اور قوانین میں کوئی اختلاف نہیں تھا ایسی بات نہیں ان میں بعض موارد میں اختلاف بھی تھا قرآن دین کو واحد سمجھنے کے ساتھ شرائع و قوانین میں فرق کو بھی بیان کرتا ہے۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا۔ (17)

یعنی: " ہم نے تم میں سے ہر ایک (امت) کے لیے ایک دستور اور طرز عمل اختیار کیا ہے۔"
لیکن جن فکری اور عملی اصولوں کی طرف انبیاء نے دعوت دی ہے وہ سب ایک تھے۔ تمام انبیاء نے ایک ہدف اور مقصد کی طرف انسانوں کو بلایا ہے اور ایک ہی راستے کی طرف راہنمائی کی ہے۔ انبیاء کی تعلیمات اور احکامات میں فرق کی مثال حکومت کی پالیساں میں جو مختلف اوقات میں ملک میں اجراء کی جاتی ہیں۔ جب کہ ملک کا بنیادی قانون ایک ہی ہوتا ہے۔

انبیاء کی تعلیمات میں فرق مختلف کلاسوں کی سطح میں فرق کی طرح تھا۔ جوں جوں انسان کا شعور بڑھتا گیا۔ اعلیٰ سطح کی تعلیمات اُسے دی جانے لگیں اور ایک مرحلے پر وہ اس مقام تک پہنچا کہ اللہ کے آخری دین کو سمجھ سکے اور اُسے آگے صحیح و سالم پہنچا سکے تو انسانی کمال کے اس درجے پر پہنچنے کے بعد اب مزید نبوت کی ضرورت ختم ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے دین کے مکمل ہونے کا اعلان فرما دیا۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔ (18)

یعنی: "آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا"

اس کے علاوہ قرآن تصریح کرتا ہے دین ایک فطری تقاضا ہے اور انسانی طبیعت کی آواز ہے۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا۔ (19)

یعنی: "پس (اے نبی یکسو ہو کر اپنا رخ دین (خدا) کی طرف مرکوز رکھیں، (یعنی) اللہ کی اس فطرت کی طرف جس پر اس نے سب انسانوں کو پیدا کیا ہے)"

اس بات میں کہ دین اول سے لے کر آخر تک ایک ہے اور انسان کی سرشت اور فطرت سے ہم آہنگ ہے۔ بہت بڑا راز پوشیدہ ہے جو ہمیں فلسفہ ارتقاء و تکامل کے بارے میں ایک خاص تصور دیتا ہے۔ قرآن کی نظر میں جہان، انسان اور معاشرے کا ارتقائی راستہ ایک مشخص، ہدفدار اور ہدایت شدہ راستہ ہے جسے صراط مستقیم کہتے ہیں۔ جو اپنی ابتداء درمیان اور انتہا کے لحاظ سے واضح ہے۔ انسان اور معاشرے میں اگرچہ تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں اور یہ سب رو بہ تکامل ہیں لیکن راستہ مشخص، معین اور ایک ہے۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ۔ (20)

یعنی: "اور یہی میرا سیدھا راستہ ہے اسی پر چلو اور مختلف راستوں پر نہ چلو ورنہ یہ تمہیں اللہ کے راستے سے ہٹا کر پراگندہ کر دیں گے"

پس قرآن حکیم نے اس امر کی وضاحت کرنے کے بعد کہ انسان کا راستہ مشخص اور مستقیم ہے اور سب انبیاء نے زمان و مکان کے حالات و شرائط کی مناسبت سے تمام فرعی اختلافات کے باوجود ایک ہدف، ایک مقصد اور ایک راستے کی طرف ہدایت کی ہے، ختم نبوت کے مسئلے کو آسان کر دیا ہے۔ ختم نبوت کا تیسرا عنصر بھی یہی ہے۔ کیونکہ ختم نبوت اس وقت تصور کی جاسکتی ہے جب ہمیں معلوم ہو کہ اس متحول اور کمال کی طرف بڑھنے والے انسان کا راستہ معین اور واضح ہے اور مستقیم ہے۔ لیکن اگر انسان کے راستہ کا پتہ نہ ہو کبھی انسان اس طرف جائے کبھی دوسری طرف تو اس وقت ختم نبوت معقول اور تصور نہیں ہے کیونکہ ختم نبوت کا مطلب ایک جامع، دائمی اور کلیات پر مشتمل پروگرام اور نظام کا وصول کرنا ہے۔ اور یہ مذکورہ صورت میں ہی عملی جامعہ پہن سکتا ہے۔ قرآن مجید کی چند آیات ایسی ہیں جن سے ختم نبوت پر بلاواسطہ استدلال کیا گیا ہے۔ ان میں سے سورہ فرقان کی آیت نمبر ا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ (21)

یعنی: " بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تاکہ وہ سارے جہاں والوں کے لیے انتباہ کرنے والا ہو۔"

اس آیت کریمہ سے یہ استفادہ کیا جاسکتا ہے "عالمین" کسی خاص زمانے سے مربوط نہیں ہے جب تک یہ دنیا برقرار ہے ہر امت، ہر ملت جہاں پر بھی موجود ہو وہ اس عالمین کا حصہ ہے پیغمبر اسلام ان کے لیے ڈرانے والے ہیں پس کسی اور نبی کے آنے کا مقصد ہی نہیں ہے۔ سورہ انعام کی آیت ۱۹، زیادہ واضح انداز میں ختم نبوت کو اجاگر کرتی ہے۔

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْ بَلَغَ۔ (22)

یعنی: "اور یہ قرآن میری طرف بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں اور جس تک یہ پیغام پہنچے سب کو تنبیہ کروں"

یہاں پر اُس شخص کو شمول دعوت قرار دیا گیا ہے جس تک یہ پیغام پہنچے۔ پس "من بلغ" کا اطلاق آئندہ آنے والے تمام انسانوں کو شامل ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے کے انسانوں کو شامل تھا۔ پس جب نزول قرآن کا مقصد تمام انسانوں کو ڈرانا بتایا گیا ہے اور قرآن اپنی اصلی حالت میں موجود ہے۔ تو پھر کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

علامہ طباطبائی اسی آیت کے ذیل میں لکھتے ہیں: یہ آیت حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی عمومیت پر دلالت کرتی ہے، قرآن کے توسط سے جس نے خود آپؐ سے سنا ہو یا کسی اور سے سنا ہو۔ قیامت تک یہ عمومیت برقرار ہے۔ اسی طرح سورہ سبا کی یہ آیت:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ (23)

یعنی: "اور ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے فقط بشارت دینے والا اور تنبیہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔"

البتہ یہ آیت ختم نبوت پر اس وقت دلالت کرے گی جب "کافہ" کو "ناس" کا حال (نحوی اصطلاح) لیا جائے جیسا کہ اکثر مفسرین نے یہی استفادہ کیا ہے۔ پس آنحضرت کی ذات اقدس تمام کے لیے لوگوں منبع ہدایت ہے خواہ جو اُس وقت موجود تھے یا قیامت تک آئیں گے۔ اس سے آپؐ کی رسالت کی عمومیت کی ایک اور سند ہمیں مل گئی۔ ان تمام آیات سے زیادہ واضح روشن اور صریح قرآن کا وہ اعلان ہے جو اس نے سورہ احزاب کی آیت ۴۰ میں کیا ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ (24)

یعنی: "محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔"

لفظ خاتم لغوی اعتبار سے زبان عربی میں اُس چیز کے معنی میں آتا ہے جس کے ذریعے سے کسی چیز کو ختم کیا جائے۔ خط بند کرنے کے بعد مہر لگا دی جاتی ہے اُسے بھی اسی لحاظ سے خاتم کہا جاتا ہے اور چونکہ انگشتری کے نگینے پر نام یا کوئی چیز کندہ کرتے تھے اور پھر اُسی کو خطوط کے اختتام پر لگاتے تھے اس لیے انگوٹھی کو بھی خاتم کہا گیا۔ قرآن میں جہاں پر مادہ "ختم" استعمال ہوا ہے اختتام یا بند کرنے کا معنی دیتا ہے۔ مثلاً سورہ یٰسین میں آیا ہے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔ (25)

یعنی: "آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیتے ہیں اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے اس کے بارے میں جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں"

پس مذکورہ نہایت صراحت سے نبی اکرم ﷺ کو "خاتم النبیین" کے عنوان یاد کر رہی ہے۔ آیت کا لہجہ یہ بتاتا ہے کہ آنحضرتؐ بطور "خاتم النبین" مسلمانوں کے درمیان معروف تھے۔ لہٰذا آیت ایک خاص مورد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتی ہے۔ محمدؐ مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں وہ تو اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔ اس آیت سے تمام مفسرین اور اسلام کے علماء نے ختم نبوت پر استدلال پیش کیا ہے۔

ختم نبوت کے بارے میں روایات بہت زیادہ نقل ہوئی ہیں جو نہایت واضح انداز میں آنحضرت کی ختم نبوت پر دلالت کرتی ہیں لیکن ہم ان کے نقل کرنے سے گریز کرتے ہیں، اپنی بات کو یہیں ختم کرتے ہیں۔

*****

حوالہ جات

1۔ پیغمبر اسلام کے خطوط تاریخ کی تمام معتبر کتب میں نقل ہوئے ہیں اور ان سب کا مجموعہ علیحدہ کتابی شکل میں "مکاتیب الرسول" کے نام سے موجود ہے۔

2۔ دیکھیں قرآن کی آیات: بقرہ،۲۱، نساء،۱، ۱۷۴، فاطر،۱۵

3۔ دیکھیں قرآن کی آیات: اعراف،۳۵،۳۱،۲۸،۲۷،۲۶اور یٰسین ،۶۰

4۔آل عمران،۱۳۸، مزید دیکھیں آیات: بقرہ،۱۸۵، ۱۸۷ابراہیم،۱،۵ جاثیہ ،۲۰، زمر ،۴۱، نحل، ۴۴، کہف، ۵۴، حشر، ۲۱

5۔انعام،۹۰،اس حوالے سے مزید آیات ملاحظہ ہوں: یوسف ،۱۰۴، ص،۸۷، تکویر،۲۷، قلم، ۵۲

6۔النساء ۷۹

7۔حج، ۴۹

8۔انبیاء ،۱۰۷

9۔مائدہ، ۱۵مزید آیات ملاحظہ فرمائیں: آل عمران، ۶۵، ۷۰، ۷۱، ۹۸، ۹۹، ۱۱۰، مائدہ۱۹

10۔توبہ، ۱۳۳اسی مطلب پر اور آیات بھی دیکھیں: فتح،۲۸۔صف،۹

11۔دیکھیں: کافی: ج۱، ص۵۷، ج۲، ص۱۷بحار الانوار: ج۲، ۲۶۰، ج۲۴، ص۲۸۸اور وسائل الشیعہ: ج۱۸، ص ۱۲۴

12۔سورہ حجر آیت ۹

13۔سورہ حم سجدہ۴۱

14۔سورہ شوریٰ آیت ۱۳

15۔سورہ آل عمران آیت ۷۴

16۔سورہ بقرہ آیت ۱۳۲

17۔سورہ مائدہ آیت ۴۸

18۔سورہ مائدہ آیت ۳

19۔سورہ روم آیت ۳۰

20۔سورہ انعام آیت ۱۵۳

21۔سورہ فرقان آیت ۱

22۔سورہ انعام آیت ۱۹

23۔سورہ سبا آیت ۲۸

24۔سورہ الاحزاب آیت ۴۰

25۔سورہ بقرہ آیت ۴۰